ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL

Vol.8. No.3.2025

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور (ایک تحقیقی مطالعہ)

THE CONCEPT OF HUMAN RIGHTS IN ISLAM: A RESEARCH STUDY

Shamila Yasin
Corresponding Author
Bahauddin Zakariya University Multan
Institute of Islamic Studies, Faculty of islamic Studies and Languages.
Email: *sehranmol06@gmail.com*
Prof. Dr. Abdul Qudoos Suhaib
Dean Faculty of Islamic Studies and Languages, Bahauddin Zakariya University Multan
Email: *aqsuhaib@bzu.edu.pk*
Prof Dr Altaf Hussain Langrial
Institute of Islamic Studies, Faculty of Islamic Studies and Languages, Bahauddin Zakariya University Multan
Email: *altaf.langrial@bzu.edu.pk*

Abstract

This research explores the concept of human rights in Islam through a critical and analytical lens, aiming to highlight its comprehensive, universal, and divine nature. While the modern world widely acknowledges human rights through charters like the Universal Declaration of Human Rights (1948), Islam laid the foundation for these rights over fourteen centuries ago. The study investigates the primary Islamic sources—Qur'an and Sunnah—to demonstrate that human dignity, equality, freedom, justice, and the protection of life and property are not only moral values but also religious obligations in Islam.The Prophet Muhammad's (peace be upon him) Farewell Sermon is analyzed as a historical and practical manifestation of these principles, which granted unprecedented rights to individuals regardless of race, gender, or social class. The research also examines how Islamic jurisprudence (Fiqh) has dealt with human rights in various schools of thought and how these rights compare to modern secular frameworks.

Additionally, the study addresses the gap between Islamic ideals and the current state of human rights in many Muslim societies, emphasizing that shortcomings are due to misinterpretation, political agendas, and lack of awareness rather than any deficiency in the Islamic system itself. The study concludes with the assertion that Islam offers a holistic and timeless framework for human rights, deeply rooted in divine revelation and practical implementation.By revisiting these teachings and aligning them with modern socio-political structures, Muslim societies can play a leading role in establishing justice, equality, and human dignity in the contemporary world.

Keywords:*Human Rights,Islam,Qur'an and Sunnah,Islamic Jurisprudence,Social Justice.*

انسانی حقوق کا تصور دنیا کی تمام مہذب اقوام، ادیان اور تہذیبوں میں ایک اہم اور بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ تاریخِ انسانی پر نظر دوڑانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف معاشروں نے اپنے اپنے انداز میں انسان کی عزت، حرمت اور حقوق کا ادراک کیا، لیکن یہ حقوق محدود، مشروط اور طبقاتی نوعیت کے

حامل رہے۔ انسانوں کے مابین تفریق، رنگ و نسل، مذہب، زبان اور خاندانی پس منظر کی بنیاد پر روا رکھی گئی۔ ایسے میں اسلام وہ واحد دین ہے جس نے نہ صرف انسانی مساوات، اخوت اور انصاف کا پرچار کیا، بلکہ اسے عقیدے کا بنیادی حصہ قرار دیا۔ اسلام کا تصورِ انسانی حقوق کسی مخصوص وقت، نسل یا قوم تک محدود نہیں بلکہ یہ عالمی، آفاقی اور دائمی ہے۔ قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جگہ جگہ انسانی عظمت، عزتِ نفس، عدل و انصاف، آزادی، جان و مال کی حفاظت، معاشی و معاشرتی مساوات اور حقوق العباد کے جامع تصورات پیش کیے گئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات نہ صرف نظری اصول فراہم کرتی ہیں بلکہ ایک عملی نظام بھی دیتی ہیں جس میں ان حقوق کی پاسداری کے لیے ریاستی، معاشرتی اور انفرادی ذمہ داریوں کا تعین کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ حجۃ الوداع دنیا کے اولین انسانی حقوق کے اعلامیوں میں سے ایک ہے، جس میں جان، مال، عزت، نسلی برتری، سود کی حرمت، عورتوں کے حقوق اور غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک جیسے موضوعات پر واضح ہدایات دی گئیں۔ اسلام نے انسان کو صرف "حقوق کا حامل" ہی قرار نہیں دیا بلکہ اسے "ذمہ داریوں کا امین" بھی بنایا تاکہ معاشرہ توازن اور عدل کی بنیاد پر قائم ہو۔ یہ تحقیقی مطالعہ اس مقصد کے تحت کیا جارہا ہے کہ اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق کے جامع اور ہمہ گیر تصور کو قرآن و سنت، فقہ اسلامی، تاریخی تناظر اور جدید انسانی حقوق کے تقابلی جائزے کے ذریعے واضح کیا جائے۔ اس مطالعے میں نہ صرف اسلامی تصورات کی علمی و نظری بنیادوں کا جائزہ لیا جائے گا بلکہ عملی نفاذ اور اس کے عصری تقاضوں پر بھی روشنی ڈالی جائے گی۔

حق کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

حق در حقیقت صدق، سچائی اور راست بازی جیسی کیفیات کا عملی مظہر ہے۔ اس فصل میں سب سے پہلے ہم حق کے لُغوی اور اصطلاحی مفاہیم بیان کریں گے تاکہ لغوی اور اصطلاحی بحث کے بعد ہم حق کے بارے میں مکمل طور پر جان سکیں۔

حق عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کی جمع حقوق ہے۔ جس کے معنی سچائی، ذمہ داری، عدل و انصاف، منصب اور ملکیت کے ہیں۔[1] لغوی معنی مطابقت اور مکمل موافقت کے ہیں جیسے دروازے کی چول اس کے گڑھے میں اس طرح بیٹھ جائے کہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہے۔ یہی بات المفردات میں امام راغب اصفہانی نے بھی لکھی ہے۔

اصل الحق:

المکابقتہ والموافقة کمطابقة رجل الباب فی حقہ لدورانہ علی استقامة۔[2]

یہی حق مطابقت اور موافقت کے مضمون میں آیا ہے جیسے کہ لسان العرب کے حوالے سے بھی چول کی استقامت کی مثال دی گئی ہے۔

لفظ حق دراصل تین حروف "ح، ق، ق" سے مرکب ہے جس سے مراد کسی چیز کا اس طرح موجود، واقع اور ثابت ہونا کہ اس میں کوئی شک نہ ہو یا اس کا انکار نہ کیا جا سکے۔[3] عربی لغت القاموس میں یعنی اللہ تعالی کا ایک نام ثابت، صحیح، سچا، ٹھیک، واقعہ کے مطابق بطور صفت استعمال ہوتا ہے "ھو العالم حق العالم" وہ زبردست عالم ہے۔[4]

لسان العرب میں لفظ حقوق یہ کس سے مشتق ہے حق کے لغت میں کئی معنی آتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ حق وہ ہے جو باطل کے مقابلے میں جو اس کی نقیض ہو۔ اس کی جمع حقوق اور حقائق آتی ہے۔ حدیث تلبیہ میں بھی لبیک حقا جو وارد ہوا ہے اس میں بھی حق سے مراد غیر باطل ہے اس کے معنی دلیل قرآن پاک کی آیت مبارکہ بھی ہے۔

---

1 فیروز دین، مولوی، الحاج، فیروز اللغات، لفظ حق، ص604

2 ابو القاسم الحسین بن محمد، المعروف بہ راغب الاصفہانی، المفردات فی غرائب القرآن، دار لقلم اللدار شامعہ دمشق بیروت، 1412ھ، ج1، ص245

3 محمد بن عبد الرزاق الزبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، والہدایہ، بیروت، ص25/166

4 وحید الزمان، قاسمی، کیرانوی، مولانا، القاموس الوحید، ص361

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

وَقُلْ جَآءَ ٱلْحَقُّ وَزَهَقَ ٱلْبَاطِلُ[5]

اور کہو جب حق آتا ہے تو باطل چلا جاتا ہے۔

جبکہ حق کا ایک معنی یہ بھی ہے "جو ذمہ میں واجب ہو اس معنی کے لیے استحقاق بھی آتا ہے۔ یہ وجوب طرفین سے ثابت ہوتا ہے یعنی چاہے دو شخصوں میں سے کسی کے لئے بھی کوئی چیز دوسرے کسی میں واجب ہو وہ حق کہلاتی ہے۔ اس کی جمع حقوق بھی آتی ہے اور اس معنٰی کے اعتبار سے یہ لفظ حق یہاں مطلوب ہے۔[6]

نواب صدیق حسن خان لکھتے ہیں جن الفاظ میں جاء اور قاف اکٹھے آجائیں تو ان میں اثبات کا مفہوم مضمر ہوتا ہے۔[7] بعض لغت نویس اس کے ثانوی معنٰی سے شروع کرتے ہیں۔ بہر حال حق کے معنی ہیں وہ جو ثابت دوامی اور حقیقی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تفاسیر قرآن مجید میں اس کے معنی "الثابت" کے لیے جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کی تفسیر کرتے ہوئے البیضاوی نے لکھا ہے کہ اللہ تعالی ثابت بالذاتہ ہے اور اسی سے اشیاء کو تحقیق حاصل ہوا ہے۔

ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ[8]

اس آخری آیت کی امام فخر الدین رازی نے یوں تشریح کی ہے اور ثابت ہے۔ صحاح میں حق کی تعریف کرتے ہوئے کہا گیا کہ یہ باطل کی ضد ہے اور اس کا یہی مفہوم قرآن مجید اور دیگر کتب میں متعین ہے۔ حق اسمائے حسنٰی میں سے بھی ہے۔[9] قبل از اسلام زمانہ میں بھی اس کے معنی ہیں تھے جیسا کہ لبید کے ایک مصرعے سے ثابت ہوتا ہے (یادرکھو کہ اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے) لہذا عربی میں بات لفظ حق کے سید ہے اور حق اللہ تعالی کا مناسب ترین نام ہے۔ کیونکہ اللہ کی ذات موجودہ مطلق ہے۔ اللہ تعالی ثابت فی نفسہ اورواجب الذات ہے۔ اس کے برعکس باقی موجودات اپنے وجود اور تحقیق کے لیے اس ذات باری تعالٰی کے محتاج ہیں۔ حقوق کی تقسیم یوں بھی کی جاتی ہے۔

1. حقوق اللہ
2. حقوق العباد

جبکہ حقوق جمع ہے حق کی۔ لغت میں حقوق کے متعدد معنی درج ہیں۔ مفردات امام راغب میں اس لفظ کی تحقیق کی گئی ہے تحریر ہے کہ حق کے اصل معنی معاف کرتا اور مطابقت کے ہیں اور استعمال میں اس کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

- کسی شئے کو حکمت کے تقاضے کے مطابق کرنے والے کو حق کہتے ہیں۔ جیسے اللہ تعالی کو حق کہا جاتا ہے۔

ثُمَّ رُدُّوٓاْ إِلَى ٱللَّهِ مَوْلَاهُمُ ٱلْحَقِّ[10]

پھر وہ لوٹائے جائیں گے اللہ کی طرف جو ان کا حقیقی آقا ہے۔

- جو چیز تقاضائے حکمت کے مطابق پیدا کی جائے اس شئے کو بھی حق کہتے ہیں۔
- کبھی یہ لفظ واجب اور لازم کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے

وَكَانَ حَقّاً عَلَيْنَا نَصْرُ ٱلْمُؤْمِنِينَ[11]

---

5 بنی اسرائیل، 81

6 ابن منظور، افریقی، علامہ، لسان العرب، ص98

7 نواب صدیق حسن خان، العلم الخفاق فی علم الاشتقاق، دارالعلم، لبنان ص85

8 الحج، 6

9 مختصر اردو دائرہ معارف الاسلام، لاہور، دانش گاہ پنجاب، 1997، ص290

10 الانعام:62

11 الروم:47

ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔

قرآن مجید میں حق کا لفظ:

- وَآتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَٱلْمِسْكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيراً[12]

اور قرابت داروں کو اس کا حق دیتے رہنا محتاج اور مسافر کو بھی دیتے رہنا۔

- وَفِيۤ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَٱلْمَحْرُومِ[13]

اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوال سب کا حق ہے۔

- وَآتُواْ حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلاَ تُسْرِفُوۤاْ [14]

اور پیداوار کہاں اس کے کاٹنے کے دن اور فضول خرچی نہ کرو۔

اصطلاحی معنی:

مطابقت اور موافقت لیے جاتے ہیں واجب اور جائز کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد وہ ذمہ داری ہوتی ہے جو کسی اور کی نسبت سے ایک آدمی پر عائد ہوتی ہے۔ حقوق و فرائض کا گہرا تعلق ہے اگر جو ایک فرد کے حقوق ہیں تو وہی دوسرے کے فرائض بن جاتے ہیں۔[15]

عربی میں اس کے معنٰی امر ثابت کے بھی ہیں۔ حق باطل کی ضد ہے یعنی حق اور باطل دو متضاد چیزیں ہیں۔ حق ہے جو قانون قدرت کے مطابق پیدا کی گئی ہو۔ دوسرے معنوں میں حق وہ ہوتا ہے جو کہ فطرت کے عین مطابق ہو اور جس کا انکار نا ممکن ہو کر ان پر پاک میں یہ لفظ 227 مرتبہ آیا ہے۔[16]

حق کا ایک اصطلاحی مفہوم یہ بھی ہے "حق کسی فرد کے لئے تیار شدہ مسئلہ کا نام ہے جو شارع کی طرف سے وضع کی گئی ہو"[17]

ان مندرجہ بالا لغوی اور اصطلاحی تشریح اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ حق کے مختلف لغوی و اصطلاحی مفہوم ہیں۔ حق لفظ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حق عربی زبان کا لفظ ہے۔ اسم ہے اور مذکر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ حق کی جمع حقوق ہے۔ لغوی معنی سچائی ،فرض، ذمہ داری، عدل و انصاف، واجب اور درست کے ہیں حق باتیں کی ضد ہے اور اسمائے حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے۔ یعنی خدائے برتر کی صفات میں سے ایک صفت حق ہے یعنی حق وہ ہے جس سے انکار ممکن نہیں۔ حقوق کی تعلیم اتنی ہی قدیم ہے جتنی انسان کی تاریخ۔ انسانی زندگی کی ساری تاریخ حقوق کی جدوجہد کی تاریخ ہے۔ جب سے انسان پیدا ہوا ہے اس کی ہستی چند ضروریات کی محتاج نہیں ہے۔ اشرف المخلوقات ہونے کے سبب دوسرے حیوانات، طبعی یا مادی حالات اور دیگر چیزیں بلواسطہ یا بلاواسطہ انسان کے پابند ہو جاتے ہیں۔ انسان کے اندر عقل و فہم اور ادراک ہے جن سے وہ تمام حقائق سمجھتا ہے اور جدوجہد کرتا ہے۔ انسان فطری طور پر ایک معاشرتی نفس ہے اور فطرت نے اس کو عقل سلیم سے نوازا ہے جس کی مدد سے وہ معاشرے میں فطری اور معاشرتی اصولوں کے تحت زندگی بسر کرتا ہے اور اسی باہمی رویے سے انسانی حقوق اجاگر ہو کر سامنے آتے ہیں۔[18]

بنیادی انسانی حقوق اور اسلام

انسانی حقوق ان حقوق کو کہا جاتا ہے جو انسان کو انسان ہونے کی بنا پر حاصل ہیں اور انہیں بنیادی حقوق بھی کہا جاتا ہے۔ جدید نظریہ قانون کے تحت حقوق انسانی سے مراد انسان کے وہ تمام حقوق ہیں جو اسے دائرہ قانون میں رہتے ہوئے حاصل ہیں۔

---

12 بنی اسرائیل:26

13 الذاریات:19

14 الانعام:141

15 خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، ص387

16 ثناءاللہ غوری، انسانی حقوق، کراچی، مکتبہ فریدی، 1993، ص9

17 عبداللہ الراعی، موسوعۃ الحقوق الانسانیۃ، دارالفکر الاسلامی دمشق، 345

18 ثناءاللہ غوری، انسانی حقوق، کراچی، مکتبہ فریدی، 1993، ص9

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
Vol.8. No.3.2025

انسانی حقوق کی مختصر تاریخ:

انسانی حقوق کا تصور اتنا ہی قدیم ہے جتنا انسان کا وجود۔ انسان کے خالق نے آغاز زندگی کے ساتھ ہی انسان کو مکمل ضابطہ حیات بھی دیدیا تا کہ وہ ایک مکمل معاشرتی زندگی گزار سکے۔ تاریخ کے اوراق پر نظر دوڑائیں تو پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی میں ہی حق کا پہلا مسئلہ پیدا ہو گیا تھا۔ قابیل جب خدا کے حضور اپنی نظر قبول نہ ہونے کے بعد ہابیل کو دھمکی دی تو ادھر سے یہ جواب ملا

لَئِن بَسَطتَ إِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِي مَآ أَنَاْ بِبَاسِطٍ يَدِىَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ إِنِّيٓ أَخَافُ ٱللَّهَ رَبَّ ٱلْعَالَمِينَ إِنِّيٓ أُرِيدُ أَن تَبُوٓءَ بِإِثْمِى وَإِثْمِكَ فَتَكُونَ مِنْ أَصْحَابِ ٱلنَّارِ وَذَٰلِكَ جَزَآءُ ٱلظَّالِمِينَ[19]

اگر تم مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا میرا رب العالمین سے ڈرتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے اور دوزخی بن کر رہے ظالموں کے ظلم کا یہی بدلہ ٹھیک ہے۔

ہابیل کے یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ اسے انسانی جان کے تحفظ و احترام کے متعلق اللہ تعالی کی ہدایت کا علم تھا۔ اس نے خوف خدا میں جان دے دی مگر بھائی پر ہاتھ اٹھانا گوارا نہ کیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے معارف القرآن میں ان آیات مبارکہ کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ جو شخص بلا معاوضہ یا ناحق کسی دوسرے شخص کو قتل کرے گا اور زمین میں فساد پھیلائے گا تو اس کو ایسے گناہ ہو گا گویا اُس نے تمام انسانوں کو قتل کر ڈالا۔ ناحق قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ اسی طرح کسی کو قتل سے بچالینا اس کا ثواب بھی عظیم ہے۔ کسی نے ایک انسانی زندگی بچالی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچالیا۔[20]

انسان طبعاً معاشرت پسند ہے اپنی پیدائش سے لے کر تا دم زیست بے شمار افراد کی خدمات توجہ اور سہاروں کا محتاج ہے۔ اپنی ذاتی ضروریات پرورش خوراک رہائش تعلیم و تربیت لباس وغیرہ کے لیے ہی نہیں بلکہ اپنی فطری صلاحیتوں کی نشوونما و ارتقا کے لئے بیوہ اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ اجتماعی زندگی ہیں اس کے گرد تعلقات کا تانا بانا تیار کرتی ہے۔ خاندان برادری محلے شہر ملک اور بحیثیت مجموعی پوری انسانیت اس کے گرد تعلقات کے چھوٹے بڑے دائرے اس کے حقوق و فرائض کا تعین کرتے ہیں۔ یہ انسان کے اس کی حیثیت کے مطابق کچھ فرائض ہیں جن کے بدلے میں وہ حقوق کا مستحق قرار پاتا ہے جیسے بحثیت ماں باپ بیٹے شاگرد استاد مالک محکوم شہری حکمران وغیرہ۔

ان حقوق میں بعض کی حیثیت محض شفقت ضرورت مند کا حق امداد وغیرہ اور بعض کو قانونی تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ مثلا حق ملکیت، حق اجرت، حق مہر اور حق معاوضہ وغیرہ۔ ان حقوق کا تعلق کسی مفاد سے ہوتا ہے اور ملک کا قانون اسے عدلیہ کے ذریعے قابل حصول بناتا ہے۔ یہ حقوق قانون حق (Legal Rights) یا مثبت حقوق (Positive Rights) کہلاتے ہیں۔ فرد کے حقوق کا ایک اور دائرہ ریاست سے تعلقات کا ہے اس دائرہ میں ایک وسیع الاختیار اور کثیر الوسائل ریاست کے مقابلہ میں فرد کو جو حقوق دیئے جاتے ہیں ان ان حقوق کو (Fundamental Rights) کہتے ہیں۔ انہیں بنیادی انسانی حقوق (Basic Human Rights) اور انسان کے پیدائشی حقوق (Birth Rights of Man) بھی کہا جاتا ہے۔ انہیں بنیادی حقوق اس لیے کہا جاتا ہے صحت کا کوئی بھی فرد یا ادارہ ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا یہ حقوق نہ صرف ریاست کا شہری ہونے کی وجہ سے بلکہ عالمگیر انسانی برادری کا رکن ہونے کی حیثیت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس میں رنگ نسل علاقے یا زبان وغیرہ کا کوئی امتیاز نہیں انسان کو محض اس کے انسان ہونے کی بنا پر حاصل ہیں۔ اگر کوئی ریاست انہیں نافذ کرنے میں گریز کرے گی تو اسے فطرت کی عطا کردہ حقوق کو غصب کرنے کا مجرم سمجھا جائے گا کیونکہ یہ حقوق غیر منفک (Inalienable) اور ناقابل تنسیخ (Irrevocable) ہیں۔ دستور کسی بھی فرد یا ادارے کو یہ اختیار نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی صورت کسی بھی فرد کے بنیادی حقوق کو منسوخ، محدود یا معطل کر سکے۔[21]

---

19 المائدہ:29,28

20 محمد شفیع، مفتی، مولانا، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی نمبر14، ج3، ص:109

21 صلاح الدین، بنیادی حقوق، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 1978ء، ص34

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

دور حاضر میں انسانی حقوق کے شعور کا ارتقاء:

حقوق انسانی کے اسلامی منشور پر بحث کرنے سے قبل دور حاضر کے حقوق کے شعور کی ارتقائی تاریخ کا اجمالی جائزہ لینا مناسب ہو گا۔

1۔ بنیادی حقوق کی جدوجہد کا آغاز گیارہویں صدی میں برطانیہ میں ہوا۔ جہاں 1037 میں شاہ کانریڈ ثانی نے ایک منشور جاری کر کے پارلیمنٹ کے اختیارات متعین کئے جن کے بعد پارلیمنٹ نے اپنے اختیارات کی توسیع کی کوشش شروع کی۔ گیارہ سو اٹھاسی اس میں شاہ الفانسو نہم (Alfonsoix) سے حبس بے جا کا اصول تسلیم کرالیا گیا۔ انگلستان میں شہنشاہ جان (King John) نے پندرہ سو بارہ عیسوی میں میگنا کارٹا جاری کیا۔ وہ دراصل اس کے امراء کے دباؤ کا نتیجہ تھا جو صرف امراء کے مفاد کو مد نظر رکھ کر بنایا گیا۔ عام لوگ تو اس سے واقف بھی نہیں تھے۔

تیرہ سو پچاس اس میں میں برطانوی پارلیمنٹ نے میگنا کارٹا کی توثیق کر کے قانونی چارہ جوئی (Due Process of Law) کا قانون منظور کیا کے تحت غیر قانونی چارہ جوئی کے کسی بھی شخص کو نصیحت موت دی جا سکتی تھی نہ زمین سے بے دخل کر سکتے تھے۔

چوتھی صدی سے سولہویں صدی تک بوجہ آمریت اور بادشاہت انسانی حقوق پر کوئی توجہ نہ دی جا سکی۔ سترھویں صدی میں پھر انسانی حقوق پر توجہ دی گئی۔ سولہ سو اناسی اصلی میں برطانوی پارلیمنٹ نے حبس بے جا کا قانون منظور کیا جس سے تمام شہریوں کو تحفظ فراہم ہوا اور سولہ سو اٹھانوے عیسوی میں برطانوی پارلیمنٹ نے قانون حق (Bill of Rights) منظور کیا۔ برطانیہ کی دستوری تاریخ کی اہم ترین دستاویز ہے۔

2۔ انقلاب فرانس کے بعد "منشور حقوق انسانی "Declaration of the Rights of Man 1789 میں نمودار ہوا۔ قوم کی حاکمیت آزادی مساوات ملکیت کے فطری حقوق قانون سازی کا اختیار ٹیکس عائد کرنے کے اختیارات تحقیق جرم اور بروئے مجلس قفاو غیرہ کا اثبات کیا گیا۔ مغرب میں انقلاب فرانس کے بعد انسانی حقوق کے حوالے سے مسلسل کاوشیں کی گئیں۔ امریکی اعلان آزادی کو بھی اس میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ 1789ء میں فرانس کی قومی اسمبلی نے انسانی حقوق کا منشور (Declaration of the Rights of Man) منظور کیا۔

3۔ جمہوری فلسفہ کے تحت یو، این، او (UNO) نے بہت سے مثبت اور تحفظاتی حقوق کے متعلق قراردادیں پاس کیں۔ اور بالآخر "عالمی منشور حقوق انسانی" منظر عام پر آیا۔ جس میں وہ تمام حقوق ضم کر دیے گئے جو مختلف یورپی ممالک کی دساتیر میں تھے۔

4۔ دسمبر انیس سو چھیالیس میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ایک قرارداد پاس کی جس کی رو سے نسل کشی کو بین الاقوامی قانون کے تحت ایک جرم قرار دیا گیا۔

5۔ دسمبر انیس سو اڑتالیس میں نسل کشی کے انسداد اور آزادی کے لیے ایک قرارداد پاس کی گئی، 12 جنوری 1951ء سے اس کا نفاذ ہوا۔ عالمی منشور کی قرارداد کے حق میں اڑتالیس ووٹ آئے۔ جبکہ روس سمیت آٹھ ممالک نے رائے شماری میں حصہ نہیں لیا۔ دسمبر انیس سو اڑتالیس کے منظور شدہ "عالمی منشور حقوق انسانی" کے دیباچے میں یہ الفاظ مذکور ہیں۔

"بنیادی انسانی حقوق میں فرد انسانی کی عزت و اہمیت میں، مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق میں اعتقاد کو موثر بنانے کے لیے"[22]

چونکہ یہ ایک اعلان تھا معاہدہ نہ تھا اس منشور کے کسی بھی جو سے کسی بھی قوم کے نمائندے نے اختلاف نہ کیا۔ یہاں وضاحت کی گئی کہ یہ ایک معیار ہے جس تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے علاوہ ازیں اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اول تو مغرب میں انسانی حقوق کی تاریخ بہت مختصر ہے یعنی چند صدیوں پر محیط۔ دوم اس کے پیچھے بھی کوئی سند نہیں ہے جبکہ اسلام کے حقوق انسانی کا جو منشور قرآن پاک نے دیا ہے اور جس کا خلاصہ خطبہ حجۃ الوداع صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا وہ اس سے قدیم ہے اور بہتر بھی صرف منشور قرآن بلکہ نبی کریم اور صحابہ کرام نے عملاً بھی اس کی لاتعداد مثالیں قائم کی ہیں۔

حقوق و فرائض کا اسلامی تصور:

اسلام نے انسانی حقوق کا مثالی فلسفہ اور نظام دیا ہے اس کی بنیاد حقوق و فرائض پر قائم ہے یعنی ایک طرف کی ادائیگی کی تاکید کی گئی ہے تو دوسری طرف فرض کی ادائیگی کو لازم قرار دیا گیا، یہ حقوق و فرائض کا نظام لازم و ملزوم ہے۔ یعنی یہ ایک دوسرے کے ساتھ مشروط ہیں۔ یعنی اگر حق کی بات کریں تو فرض کی تعیین کی ادائیگی کی بھی یاد دہانی کروائی گئی۔ اس طرح انسانی حقوق کا جامع اور منفرد فلسفہ حیات ہے جس کی مثال مغرب میں کسی بھی نہیں مل سکتی۔

---

[22] خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 611-609

هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعاً [23]

خدانے تمہارے کام کے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں۔

اس آیت مبارکہ سے اشارہ ملتا ہے کہ انسان کو دنیا کی ہر اس چیز جس سے نفع ملتا ہے اس سے فائدہ اٹھانے اور جس سے اس شہر کو نفع رسانی کا اندیشہ ہو اس پہلو سے اسے بچانے کی کوشش کرے۔اس ذمہ داری کا نام حق ہے جس کو ادا کرنا از خود ضروری ہے۔

بقول سلیمان ندوی اسلام کے سوا کسی بھی دوسرے مذہب میں انسانی حقوق کی درجہ اور کوئی تفصیل موجود نہیں۔یہودیت اور عیسائیت کا مطالعہ کریں تو ان مذاہب میں تمام قرابتداروں کو چھوڑ کر صرف ماں باپ کو برترانہ حقوق دیئے گئے ہیں لیکن دوسرے قرابت داروں اور رشتہ داروں کا کوئی مرتبہ نہیں دیا گیا۔لیکن اسلام نے اس مسئلہ میں فطری تفصیل سے کام لیتے ہوئے حقوق کی تفصیل فراہم کی سورۃ النساء کی آیت مبارکہ میں نظر آتی ہے۔ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَآتِ ذَا ٱلْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَٱلْمِسْكِينَ وَٱبْنَ ٱلسَّبِيلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيرا ً[24]

اور دو قرابت والوں کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اڑا بے جا۔

اس ترتیب میں فطری تعلق کو اسی طرح سے سمو لیا گیا ہے کہ انسان اعتدال و توازن سے نہیں ہٹتا۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ان لربک علیک حقا ولنفسک علیک حقا ولاهلک علیک حقا فاعط کل ذی حق حقہ۔[25]

تیرے پروردگار کا تجھ پر حق ہے۔تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔تیرے عیال کا تجھ پر حق ہے۔سو تجھے حقدار کا حق دینا چاہیے۔

قرآن وسنت میں حقوق کی تفصیل میں ایک ترتیب نظر آتی ہے۔

حقوق کے والدین، حقوق اولاد، حقوق زوجین، اہل قرابت کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق، یتیموں کے حقوق، بیواؤں کے حقوق، حاجت مندوں کے حقوق، بیماروں کے حقوق، خادموں کے حقوق بلکہ اس سے بڑھ کر حیوانات اور نباتات کے حقوق کا بھی ذکر ہے۔اور ان حقوق پر عمل پیرا ہو کر قابل رشک معاشرہ عمل میں لایا جاسکتا ہے۔اسلام نے انسانی برادری کے حقوق کو مفصل طور پر بیان کیا ہے۔یہ حقوق نہ صرف قابل غور ہیں بلکہ قابل عمل بھی۔اسلام نے انسانی ہمدردی، خیر خواہی اور امداد و تعاون میں مسلم و غیر مسلم کا فرق مٹاتے ہوئے انسان کو انسان ہونے کی بنا پر فطری حقوق عطا کیے۔اور یہ حقوق بغیر امتیاز کے سب ہی علاقے، رنگ، نسل اور مذہب کے افراد کو حاصل ہیں۔اسلام چونکہ مساوات کا علمبر دار ہے تو اس کی نظر میں تمام انسان برابر ہیں۔اور سب کو یکساں حقوق حاصل ہیں۔سیرت طیبہ اور پھر اسلامی ریاست کے عطا کردہ بنیادی انسانی حقوق کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔بلا امتیاز مذہب انسانی حقوق

2۔اہل اسلام کے اضافی بنیادی حقوق

3۔غیر مسلموں اور ذمیوں کے اضافی حقوق

ان میں سب سے زیادہ توجہ طلب پہلی قسم ہے کیونکہ اللہ اور اس کے رسول نے بنی آدم ہونے کے ناطے انسان کی پیدائشی حیثیت کو اصلاح میں بھی ہے اس لیے ذیل میں ہم ایک قسم کے حقوق پر بحث کریں گے یعنی بلا امتیاز مذہب انسانی حقوق۔

حرمت جان / جینے کا حق:

انسانی تمدن کی بنیاد جس قانون پر قائم ہے اس کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسانی جان اور خون محترم ہے۔اور انسانی تمدنی حقوق میں سب سے اولین حق زندہ رہنے کا حق ہے۔اسی طرح اولین فرائض میں زندہ رہنے دینے کا فرض ہے۔دنیا کی جتنی بھی شریعتیں، مذہب، خواتین میں سب میں یہ حق دیا گیا

[23] البقرہ:29

[24] الاسراء:26

[25] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب من علی فیہ لیفطر فی التطوع، ج1۔ص419

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

ہے۔ لیکن حرمت جان کی جو موءثر تعلیم اسلام نے دی ہے وہ کسی اور مذہب نے نہیں دی۔ اسلام نے مسلم غیر مسلم کے فرق کو مٹاتے ہوئے فطری حق سب کو دیا ہے۔ اور واضح طور پر قرآن مجید میں اعلان ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي ٱلأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ ٱلنَّاسَ جَمِيعاً وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعا ً[26]

جس نے کسی نفس کو بغیر اس کے کہ اس نے قتل نفس کا ارتکاب کیا ہو، زمین میں فساد انگیزی کی ہو، قتل کر دیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے اسے زندہ رکھا گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ رکھا۔

علامہ فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "اسلام کا کسی انسانی جان کے اتلاف کو پوری انسانیت کے قتل سے تشبیہ دینا اس بھیانک جرم کی سنگینی اور شدت کو واضح کرتا ہے انسانیت کا قتل ہر ایک کے نزدیک ہولناک جرم ہے اسی طرح کسی ایک انسانی جان کا قتل بھی سنگین جرم سمجھنا چاہیے۔[27]

اس آیت مبارکہ میں جہاں ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل بنایا گیا ہے وہی ایک انسان بچانے کو پوری انسانیت بچانے کے مترادف ٹھہرایا ہے۔ "احیاء" کے معنیٰ ہیں زندہ کرنا۔ یعنی اگر کسی شخص نے انسانی زندگی بچائی تو اس نے گویا انسانیت کو زندہ کیا۔ اس اصول سے صرف دو حالتیں مستثنیٰ ہیں۔

1۔ ایک یہ کہ کوئی شخص قتل کا مرتکب ہو اور اسے قصاص کے طور پر قتل کیا جائے۔

2۔ دوسری یہ کہ کوئی شخص زمین میں فساد برپا کرے تو اسے قتل کیا جائے۔

ان دو حالتوں کے سوا انسانی جان کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔

مزید وضاحت اس آیت مبارکہ سے ملتی ہے۔

وَلاَ تَقْتُلُواْ ٱلنَّفْسَ ٱلَّتِي حَرَّمَ ٱللَّهُ إِلاَّ بِٱلْحَقِّ [28]

قتل نفس کے ارتکاب نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے مگر حق کے ساتھ۔

انسانی تحفظ کا یہ اصول اللہ نے تاریخ انسانی کے ابتدائی دور میں ہی واضح کر دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے۔

من قتل معاہد الم یرح راء حہ النجہ وان ربھا لوجد من یسرہ اربعین عاما [29]

یعنی کسی نے معاہدہ کئے ہوئے غیر مسلم کو قتل کیا، وہ جنت کی خوشبو سونگھنے سے محروم ہو گا، جبکہ جنت کی خوشبو چالیس میل کی مسافت سے محسوس ہو گی۔

اسلام کی نظر میں انسانی خون کی بڑی قدر ہے۔ اس لیے بغیر کسی معقول اور جائز سبب کے انسان کے خون کو جائز نہیں کرتا۔ اس حدیث مبارکہ میں ناحق قتل کو گناہ کبیرہ تصور کیا گیا ہے۔

مذہبی آزادی:

اسلام ایک عقلی مذہب ہے۔ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مذہبی دراصل رضامندی خوش دلی اور خود اختیاری جذبہ کا نام ہے اس کا تعلق قلب اور روح سے ہے۔ اور حقیقتا دل اور روح تلوار کے زور سے تابع نہیں کیے جاسکتے۔ کسی بھی انسان چاہے وہ کمزور ترین انسان کیوں نہ ہو اس کے دل میں زبردستی یقین اور ایمان پیدا نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں اسلام کب دی اصول ہے۔

---

[26] المائدہ:32

[27] تفسیر کبیر، ج11، ص313

[28] الانعام:151

[29] مجیب اللہ ندوی: اسلامی بین الاقوامی اصول و تصورات تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور، 9901، ص20

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

لاَ إِكْرَاهَ فِي ٱلدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ ٱلرُّشْدُ مِنَ ٱلْغَيِّ[30]

دین کے معاملے میں کوئی زبر دستی نہیں ہے رات کو غلط خیالات سے چھانٹ کر الگ رکھ دیا گیا ہے۔

اسلام کے طرز عمل سے وضاحت ملتی ہے وہ جہاد اور قتال سے لوگوں کو ایمان قبول کرنے پر مجبور نہیں کرتا بلکہ اس سے وہ دنیا میں ظلم و ستم کو مٹا کر عدل و انصاف اور امن و امان قائم رکھنا چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا '' **انا عجوز کبیرہ الموت الی قریب** ''یعنی میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں، آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں؟ حضرت عمر نے یہ سن کر اس یمان پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی '' لا اکرہ فی الدین ''یعنی دین میں زبر دستی نہیں در حقیقت ایمان کے قبول پر جبر و اکرہ ممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایمان کا تعلق صرف ظاہری اعضاء سے نہیں بلکہ قلب کے ساتھ اور جبر و اکراہ کا تعلق ظاہری اعجا سے ہوتا ہے۔ لہذا ایمان قبول کرنے کیلئے جبر ممکن ہی نہیں۔[31] ایک اور جگہ ارشاد باری تعالی ہے۔

فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ [32]

یعنی جو چاہے قبول کرے اور جو چاہے انکار کرے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فطری اصول کو اختیار کرتے ہوئے کبھی زبر دستی کسی کو ایمان لانے پر مجبور نہیں کیا۔ اور اس معاملے میں مکمل آزادی دی۔ اسلام اس امر کا روادار نہیں کہ مختلف گروہ ایک دوسرے کے خلاف ہوں اور کیچڑ اچھالیں۔ قرآن پاک میں ہر شخص کے مذہبی عقائد اور مذاہب کا احترام سکھایا گیا ہے ہدایت یہ ہے کہ

وَلاَ تَسُبُّواْ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ[33]

ان کو برا بھلا نہ کہو جنہیں یہ لوگ اللہ کے ماسوا معبود بنا کر پکارتے ہیں۔

یعنی یہ دوسرے مذاہب کی تکریم بھی اسلام کا حصہ ہے۔ الف مذاہب اور عقائد پر دلیل سے گفتگو کرنا اور اظہار اختلاف کرنا تو جائز ہے مگر انکے خدا اور مذہب کے حوالے سے کسی بھی قسم کی غلط اظہار سے منع کیا گیا ہے۔

نجی زندگی کا تحفظ:

بنیادی حقوق کی رو سے ہر آدمی کو(Privacy)یعنی زندگی کو محفوظ کرنے کا حق حاصل ہے. کسی دوسرے فرد کو اختیار نہیں کہ وہ کسی دوسرے کی نجی زندگی میں مداخلت کرے۔ اس معاملے کی وضاحت سورۃ نور میں اس طرح کی گئی ہے۔

يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَدْخُلُواْ بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُواْ[34]

اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک ان سے اجازت نہ لے لو۔

سورۃ الحجرات میں فرمایا

لا تجسسوا [35]

یعنی تجسس نہ کرو۔

---

[30] البقرہ:256

[31] محمد شفیع، مفتی، مولانا، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی نمبر 14، ج2، ص:617

[32] الکہف:29

[33] الانعام:108

[34] النور:27

[35] الحجرات:12

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

یعنی دوسروں کے عیب نہیں ٹٹولنے چاہئیں۔ ایک دوسرے کے عیب نہ تلاش کرو۔ دوسروں کے حالات اور معاملات کی ٹوہ نہ لگاتے پھرو۔ فرد کو نجی زندگی کے تحفظ کا حق دیا گیا ہے اور دوسروں کو اس میں دخل اندازی سے منع کیا گیا۔ نہ صرف گھروں میں داخلے، تاک جھانک کرنے سے منع کیا گیا ہے بلکہ کسی کی ڈاک کھولنے اور تجسس کرنے سے بھی ممانعت ہے۔

شخصی آزادی کا تحفظ:

ایک اہم حق جو اسلام نے انسان کو دیا ہے وہ شخصی آزادی کی حفاظت ہے۔ اللہ نے ہر انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اس لئے اسلام ہر لحاظ سے ہر فرد کو قانونی تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اسلام میں کسی بھی شخص کی آزادی معروف قانونی طریقہ سے اس کا جرم ثابت کئے بغیر اور اسے اپنے حق میں صفائی دیئے بغیر سلب نہیں کی جاسکتی اسلام نے یہ بات جائز نہیں کی کہ کسی شخص کو محض شک وشبہ کی بنیاد پر کسی کو اس کے فطری حق سے محروم کر دیا جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ [36]

یعنی جب کوئی فاسق تمہارے پاس خبر لے کر آئے تو تم چھان پھٹک کر لو۔

اس آیت سے مکمل وضاحت ملتی ہے کہ کسی بھی معاملے میں محض سنی سنائی باتوں کی بنا پر کسی بھی فرد پر کاروائی عمل میں نہیں لائی جاسکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس حد تک ممکن ہو مسلمانوں کو سزا سے بچایا جائے جہاں گنجائش نکلتی ہو تو اس کو چھوڑ دیا جائے یہ صرف کسی کو سزا دینے میں غلطی کر جائے یعنی اس شخص کو بچانے کی کوئی سبیل مل رہی ہو اس وقت تک بچانے کی کوشش کی جائے۔[37]

قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ [38]

یعنی جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔

مولانا مودودی رحمہ اللہ تعالی تفہیم القرآن میں اس آیت مبارکہ کی تفسیریوں کرتے ہیں کہ اللہ تعالی مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ دوسری قوموں کی طرح بے انصاف نہ ہو جانا خواہ دوستی ہو یا دشمنی۔ بہر حال جب بھی کوئی فیصلہ کرو تو حق اور انصاف سے کرنا۔

آزادی رائے دہی کا حق:

فی زمانہ جسے آزادی اظہار (Freedom of Expression) کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں سے خوبصورت انداز میں بیان کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ صرف انسانی حق ہے بلکہ فرض بھی ہے۔ اسلام ہر انسان کو رائے کی آزادی کا حق دیتا ہے اور حکم دیتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان اچھائی اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسے روکنے کی کوشش کرنے ورنہ گناہ کا حقدار ہو گا۔ معاشرے کی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ہر انسان کو بنیادی حق حاصل ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالی ہے۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ [39]

تم بہترین امت ہو جو انسانیت کی طرف بھیجے گئے ہو۔ نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

یعنی امت کی بھلائی کا فریضہ امت مسلمہ کے سر ہے اور انہیں یہ لازم ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھتے ہوئے اس فرض کو ادا کریں۔ قرآن مجید میں کئی اور مقامات پر بھی اس حق کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ بدی کو روکیں اور نیکی کی حمایت کریں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔

---

[36] الحجرات:6

[37] صلاح الدین، بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1978، ص259

[38] النساء:58

[39] آل عمران:110

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ [40]

کہ وہ اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ اس چیز کو اہل ایمان کی بہترین صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ اور اس بنا پر مشاورت اسلامی طرز زندگی کا اہم ستون ہے۔ اور مشورے کے بغیر اجتماعی کام سرانجام دینا جاہلیت کا طریقہ ہے۔ اجتماعی معاملات جن لوگوں کے حق و مفاد سے متعلقہ ہوں انہیں آزادی رائے دہی کا مکمل حق حاصل ہونا چاہئے کہ اگر وہ کوئی کمی کوتاہی یا غلطی دیکھیں تو اس پر ٹوک سکیں اور احتجاج کر سکیں۔ لوگوں کا منہ بند کر کے اور ان کو بے خبر رکھا کر اجتماعی معاملات چلانا بد دیانتی ہے۔ یہاں مشورہ دینے والوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ با اعتماد ہو بغیر کسی لالچ و مفاد یا خوف کے بغیر آزادی سے سچ و حق کے ساتھ رائے دینے والے ہوں۔ قرآن نے بنی اسرائیل کے تنزل کے اسباب بیان کئے ہیں ان میں سے ایک سبب یہ بھی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے۔

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَن مُّنكَرٍ فَعَلُوهُ[41]

وہ برائیوں سے ایک دوسرے کو باز نہ رکھتے تھے۔

اگر غلط کام کرنے والوں کو برائی سے نہ روکا جائے تو قوم میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے یہ خرابی اور اس پورے معاشرے کو لپیٹ میں لے لیتا ہے اور یہی چیز بالآخر بنی اسرائیل کے بگاڑ کی وجہ بنی اور یہ قوم عذاب الہی کا شکار ہوئی۔ اس لئے معاشرے کو بہتر بنانے کے لیے اور امن و امان قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ ہر فرد کو اپنا کردار ادا کرے اور اچھائی اور نیکی کو فروغ دے۔

معاشی تحفظ کا حق:

اسلام نے ہر انسان کو حق دیا ہے۔ بھوکا آدمی روٹی کا مستحق ہے۔ ننگا شخص کپڑے کا مستحق ہے۔ زخمی اور بیمار علاج کا مستحق ہے یہ وہ عمومی حقوق (Universal Rights) ہیں جن کو اسلام نے سلطنت کے ذمہ لگایا ہے۔ اس میں دوست دشمن یا مذہب اور فرقہ کی کوئی قید نہیں لگائی جاسکتی۔ اسلام میں غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے زکوۃ کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَفِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ [42]

اور ان کے مالوں میں حق تھا سائل اور محروم کے لیے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر معارف القرآن میں یوں ہے۔

سائل سے مراد وہ غریب حاجت مند ہے جو اپنی حاجت لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے اور لوگ اس کی مدد کرتے ہیں اور محروم سے مراد وہ شخص ہے کہ وہ فقیر و مفلس اور حاجت مند ہونے کے باوجود شراف النفس کے سبب اپنی حاجات کسی پر ظاہر نہیں کرتا۔ اس لیے لوگوں کی امداد سے محروم رہتا ہے۔ اس آیت مبارکہ میں مومنین کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے وقت صرف اپنی حاجات ظاہر کرنے والے سائلین کو ہی نہیں دیتے بلکہ ایسے لوگوں پر بھی نظر رکھتے ہیں اور حالات کی تحقیق سے باخبر رہتے ہیں جو اپنی حاجات کسی سے نہیں کہتے۔ اور اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ مومنین متقین صرف بدنی عبادات پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ مالی عبادت میں بھی ان کا بڑا حصہ رہتا ہے۔[43]

یعنی اللہ نے جو اپنے بندوں کو دیا ہے اس میں وہ صرف اپنا اور بال بچوں کا حق ہی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان کو احساس تھا کہ ہمارے اس مال میں اس بندہ خدا کا حق ہے جو مدد کا محتاج ہے۔ یعنی اگر یہ فرد بحثیت مسلم اپنے حق کی ادائیگی کرے تو کوئی بھی فرد معاشرے میں محتاج کمزور اور لاچار نظر نہ آئے۔

[40] الشوری:38

[41] المائدہ:79

[42] الذاریات:19

[43] محمد شفیع، مفتی، مولانا، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی نمبر14، ج8، ص:121، 120

عدل وانصاف کا حق:

اسلام ہر فرد کو بنیادی حق دیتا ہے کے اس کے ساتھ ظلم و زیادتی کا معاملہ نہ ہو اور اسے عدل و انصاف ملے۔ عدل و انصاف کا جو تصور اسلام ملتا ہے وہ کسی دوسرے مذہب میں نظر نہیں آتا اور یہی تصور انفرادی و اجتماعی امور دونوں میں یکساں طور پر حق کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ-[44]

کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کردے کہ انصاف سے پھر جاؤ عدل کرو یہ خدا ترسی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں اسلام کا متعین کردہ اصول ہے کہ انسان کے ساتھ فرد کے ساتھ اور قوم کے ساتھ ہر جگہ عدل و انصاف کو مد نظر رکھنا ہو گا۔ اسلام میں یہ درست نہیں کہ صرف دوستوں اور قریبی رشتہ داروں سے انصاف کیا جائے اور دشمنوں سے عداوت کی بنا پر بے انصافی کی جائے۔

تحفظ ملکیت:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایسے تمام نجی املاک جو جائز ذرائع سے حاصل کیے گئے ہوں ان کے تمام مقرر کردہ حقوق و واجبات قانونی و شرعی طریقے سے ادا کر دیے گئے ہوں ان میں کسی کو مداخلت کا حق نہیں۔ اور باقاعدہ ذاتی ملکیت کے تحفظ ک حق ہر فرد کو حاصل ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ [45]

تم باطل طریقے سے ایک دوسرے کا مال نہ کھاؤ۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں کہ اس آیت مبارکہ کے دو مفہوم ہیں۔ ایک یہ کہ رشوت دے کر ناجائز فائدہ اٹھایا جائے۔ اور دوسرا یہ کہ ن جانتے ہوئے کہ مال دوسرے شخص تک ہے مگر اس کے پاس ثبوت نہیں تو تم اس کا مال نہ کھاؤ ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُواوَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ-[46]

جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔

یعنی مرد و عورت میں سے اللہ نے جس کو جس چیز سے نوازا اس کو استعمال کر کے جو جتنی برائی یا بھلائی کمائے گا اسی کے مطابق اللہ کے ہاں دیا جائے گا۔ اسلام میں کسی بھی طور پر دوسرے کا مال کھانے اور غبن کرنے لوٹنے کی ذاتی ملکیت کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے کی اجازت نہیں چاہے وہ مال کسی بھی مسلم بھائی کا ہو یا غیر مسلم کا۔ اسلامی فقہ میں اس اصول کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ غیر مسلم فرد کی ملکیت کو نقصان پہنچا یا جو اسلام کی رو سے حرام ہے۔ مسلم شراب اور خنزیر وغیرہ تو مسلمان کو اس کی قیمت ادا کرنا پڑے گی۔[47]

یعنی اگر ناجائز حصے کے ہے تو نقصان کی تلافی کا اتنا سخت حکم ہوتا ہے تو جائز حصے کو ہے تو نقصان پہنچانا کس قدر سنگین جرم ہے۔ اسلام میں صرف ذاتی ملکیت کے حق کو تسلیم کرتا ہے بلکہ عملی طور پر بھی چوری ڈاکہ لوٹ مار ناحق قبضہ وغیرہ سے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کے لئے سخت سزائیں بھی مقرر کر رکھی ہے مثلاً چوری کی سزا قطع ید وغیرہ۔

عزت کا تحفظ:

اسلام انسان کو یہ حق دیتا ہے کہ اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی جائے۔ سورۃ الحجرات میں اس حق کی تفصیل موجود ہے۔ مثلاً ارشاد باری تعالی ہے۔

---

[44] المائدہ:08

[45] البقرہ:188

[46] النساء:32

[47] سید ابو الاعلی مودودی، اسلامی ریاست، ذمیوں کے حقوق، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ص16

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ [48]

تم میں سے کوئی گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ بنائے۔

وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ [49]

ایک دوسرے کے اور نام نہ ڈالو۔

وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا [50]

تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔

یعنی جتنی بھی شکلیں کی عزت و تکریم کرنے کی ہو سکتی ہیں اسلام نے انہیں اپنانے کا حکم دیا ہے۔ یہاں مذاق اڑانے سے مراد کسی شخص کا زبان سے ہی مذاق اڑانا نہیں بلکہ کل کرنا، اشارہ بازی، صورت، لباس رہن سہن یا کسی بھی جانب اشارہ کرنا، مذاق اڑانا عیب ڈھونڈنا، تضحیک کرنا یہ سب اس میں شامل ہیں۔ اس سے کسی بھی فرد کی دل آزاری ہو گئی جس سے معاشرے میں فساد رونما ہوتا ہے اسی بنا پر یہ فعل حرام ہے۔ اور برے القاب سے نہ پکارا جائے یعنی ایسا لگا کب نہ دیا جائے جو اس کو ناگوار ہو۔ کسی کو فاسق کہنا یا منافق کہنا، لنگڑا کہنا یا اندھا کوئی ایسا عیب یا نقص نکالنا جس سے اس فرد کے دل آزاری ہو اسلام اس کی مذمت کرتا ہے۔ اور نہ صرف سامنے بلکہ پیٹھ پیچھے لیبر کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ یہ اسلام کے وہ خوبصورت احکام ہیں جو اگر نافذ کئے جائیں تو ہر فرد کا دوسرے فرد سے مثالیں رشتہ اور تعلق بن جائے اور اس کی عزت و آبرو محفوظ رہے گی۔

مساوات کا حق:

اسلام میں تمام انسان مساوی حقوق کے حقدار قرار دیے گئے ہیں۔ نہ صرف مساوات کا حق تسلیم کیا گیا ہے بلکہ واضح فرمایا گیا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور کسی کی فضیلت کی بنیاد صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ [51]

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تھا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا اشریف وہی ہے جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے۔

یعنی یہاں وضاحت کر دی گئی کہ قوموں کی تقسیم اس تعارف کے لئے ہے۔ اس آیت مبارکہ میں اس غلطی گمراہی کی طرف اشارہ کیا گیا جو عالمگیر فساد کی جڑ ہے یعنی نسل رنگ زبان اور وطن اور قومیت کا تعصب، اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ چونکہ پوری دنیا میں ایک ہی خاندان نہیں ہو سکتا تھا اس لئے قبیلوں اور قوموں کی تقسیم پہچان کے لیے ضروری تھی ساتھ ہی برتری کا معیار بھی بتا دیا کہ اس کی بنیاد تقوی ہے۔

قانونی مساوات:

اسلام میں ہر شخص بغیر کسی فرق اور امتیاز کے قانون کے سامنے جوابدہ ہے۔ نبیوں اور خلفائے کرام تک اس سے ماورا نہیں۔ ایک مرتبہ قریش کی ایک معزز گھرانے کی عورت نے چوری کی اور بااثر لوگوں نے اس کی حمایت کی۔ اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے ان کی سفارش کے لیے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا "پہلے بہت سی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوئیں کہ جب ان میں سے کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس کو سزا دیتے بااثر آدمی چوری کرتا ہے تو اس سے درگزر کر جاتے (لیکن میں ایسا نہیں کروں گا) خطبہ جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لو فاطمۃ فعلت ذالک لقطعت یدھا۔[52]

---

[48] الحجرات:11

[49] الحجرات:11

[50] الحجرات:12

[51] الحجرات:13

[52] بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب اقامۃ الحدود علی الشریف والوضیع،1170 (دارالسلام ایڈیشن)

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ (بنت محمد) بھی یہ کام کرتی تو اسکا ہاتھ کاٹ دیتا۔

اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی نظر میں کوئی بھی فرد کسی رشتہ یا تعلق کی وجہ سے معافی کے لائق نہیں بلکہ اپنی غلطی پر سزا کا حقدار ہے۔

معاشرتی مساوات:

خون نسب رشتہ اور پیشہ وغیرہ کی بنا پر جو فرق قائم کیے گئے یہ سب باطل ہیں اسلام میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا فضل لعربي على عجمي ولا لعجمي على عربي ولا لاحمر على اسود ولا لاسود على احمر الا بالتقوی۔[53]

معاشی مساوات:

دنیا کی جو بھی پیداوار ہے اس میں تمام انسانوں کا حق ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا[54]

اور دنیا میں سے اپنا حصہ فراموش نہ کر۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی معاشرہ کے ہر رکن کے لئے مندرجہ ذیل حقوق رکھے ہیں۔

1۔ بیت لسکنہ۔

یعنی رہنے کے لئے گھر

2۔ ثوب یواری عورتہ

یعنی تن ڈھاپنے کے لیے کپڑا

3۔ جلف الخبز

یعنی پیٹ کے لئے روٹی

4۔ الماء

پانی[55]

قرآن کریم کا بیان ہے۔

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِن فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلسَّائِلِينَ [56]

اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنائے، زمین میں برکت رکھی اور اس میں سامان معیشت مقرر کیا چار دن میں، جو طلبگاروں کے لئے یکساں ہے۔

اسے معلوم ہوتے ہیں کہ تمام اشیاء تمام بنی نوع آدم کے لیے پیدا کی گئی ہیں۔ اسلام انسان کو معاشی تحفظ دیتا ہے اور حق معیشت میں مساوات کا قائل ہے۔ اور اس عمل میں حرام اور حلال کی حدود بھی مقرر کر دی گئی ہیں تاکہ لوٹ کھسوٹ چوری ناجائز کاروبار ذخیر اندوزی سرگرمیاں جاری نہ رہ سکیں۔

قرآن کریم میں حقوق کی جامع فہرست:

---

53 مسند احمد، 05/411

54 القصص: 77

55 خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص 624

56 فصلت: 10

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

قران کریم سورۃ الانعام میں کس قدر خوبصورتی، تفصیل اور جامعیت کے ساتھ تمام حقوق انسانی بیان کئے گئے ہیں جن کے بعد کوئی ابہام باقی نہیں رہتا۔ ارشاد باری تعالی ہے۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ ۖ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا ۖ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُم مِّنْ إِمْلَاقٍ ۖ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ ۖ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۖ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ-وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ. وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔ [57]

تو کہہ تم آو میں سنادوں جو حرام کیا تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو اور پاس نہ جاؤ بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ اور مار نہ ڈالو اس جان کو جس کو حرام کیا ہو اللہ نے مگر حق پر تم کو یہ حکم ہے تا کہ تم سمجھو اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو اور پورا کرو ماپ اور طول کو انصاف سے ہم کسی کے ذمہ اہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اسکو طاقت ہو اور جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ اپنا قریب ہی ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو تم کو یہ حکم کر دیا ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو اور حکم کیا کہ یہ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو اور رستوں پر کہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ کے راستے سے یہ حکم کر دیا ہے تم کو تا کہ تم بچتے رہو۔

یہ حقوق کی ایک تفصیلی فہرست ہے جس کو اپنے علم وضمیر کے مطابق ہم بعض کو قانونی اور بعض کو اخلاقی حقوق دے کر ان کی تقسیم کرتے ہیں۔ یہ تقسیم علمی و فکری حیثیت سے تو کوئی اہمیت رکھتی ہو گی مگر فی الواقعہ سب کے سب قانونی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس آیت مبارکہ میں خدا تعالی براہ راست اپنے بندوں سے مخاطب ہیں اور اللہ نے ہی یہ حقوق اپنے بندوں کے لئے مقرر کی ہیں اس اعتبار سے ان سب کی حیثیت قانونی ہے۔ ان تمام انسانی حقوق کا منشور اللہ تعالی کا عطا کردہ ہے۔ انسانی حقوق سے متعلق یہ تصور بنی نوع انسان کے وقار اور مساوات پر مبنی ہے۔ اور تمام قسم کے امتیازات ذات پات رنگ نسل جنس زبان حسب نسب زمان و مکان کے تفریق سے پاک ہے۔ وہ احکامات کی صورت میں قرآن پاک پیش کرتا ہے اور اس کی عملی شکل اسوہ حسنہ ہے۔ اگر ہم اس میں حصہ کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام رشتوں کے حقوق کو مکمل وضاحت سے نہ صرف بیان کی ہے بلکہ عملی نمونہ بن کر سامنے آئے ہیں۔

نتائج:

1. اسلام نے انسانی حقوق کو الٰہی احکامات کے تحت ایک مقدس حیثیت دی، جو کسی بھی انسانی قانون سے بالاتر اور دائمی ہیں۔
2. اسلامی تعلیمات میں انسانی حقوق صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانوں کے لیے برابر طور پر محفوظ کیے گئے ہیں۔
3. قرآن و سنت نے انسانی جان، مال، عزت، عقیدہ، آزادی، اور معاشی تحفظ کو بنیادی حقوق کے طور پر واضح کیا ہے۔
4. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، خاص طور پر خطبہ حجۃ الوداع، انسانی حقوق کا جامع اور عملی نمونہ فراہم کرتی ہے۔
5. فقہ اسلامی میں انسانی حقوق کی باقاعدہ تفصیلات موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقوق محض نظریاتی نہیں بلکہ قابلِ عمل ہیں۔
6. جدید انسانی حقوق کے چارٹرز (جیسے اقوام متحدہ کا منشور) کئی پہلوؤں میں اسلامی تعلیمات سے متاثر یا ہم آہنگ نظر آتے ہیں، تاہم اسلام کا تصور ان سے زیادہ جامع اور متوازن ہے۔
7. مسلم معاشروں میں انسانی حقوق کے نفاذ میں اصل رکاوٹ دینی تعلیمات کا فقدان نہیں بلکہ ان پر صحیح فہم و عمل کا نہ ہونا ہے۔

---

[57] الانعام: 151,152,153

سفارشات:

1. اسلامی انسانی حقوق کے تصور کو جدید زبان اور عصری انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے تاکہ اس کا عالمی پیغام واضح ہو
2. نصابِ تعلیم میں انسانی حقوق کے اسلامی اصولوں کو شامل کیا جائے تاکہ نئی نسل ان اقدار سے واقف ہو۔
3. اسلامی ممالک میں قانون سازی اور پالیسی سازی میں قرآن و سنت پر مبنی انسانی حقوق کو بنیاد بنایا جائے۔
4. مساجد، دینی مدارس، اور اسلامی مراکز کو انسانی حقوق کی تعلیم و تربیت کے لیے موثر پلیٹ فارم کے طور پر استعمال کیا جائے۔
5. علماء، محققین اور مفکرین کو چاہیے کہ وہ انسانی حقوق کے اسلامی تصور پر تحقیق کو فروغ دیں اور اسے عام فہم بنائیں۔
6. ریاستی اداروں کو چاہیے کہ وہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں پر فوری اور غیر جانبدارانہ کارروائی کریں، خواہ وہ ریاستی سطح پر ہوں یا معاشرتی۔
7. بین الاقوامی سطح پر اسلامی تصورِ انسانی حقوق کی وضاحت اور دفاع کے لیے علمی، سفارتی اور میڈیا ذرائع کو منظم کیا جائے۔
8. مسلم معاشروں میں عملی سطح پر عدل و انصاف، مساوات، اور رواداری کو فروغ دے کر اسلامی انسانی حقوق کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔

خلاصہ کلام

اسلام ایک ایسا آفاقی دین ہے جس نے انسان کو محض ایک مخلوق کے طور پر نہیں بلکہ اشرف المخلوقات کے درجے پر فائز کیا ہے۔ اس نے انسانی زندگی، آزادی، مساوات، عدل، معاشرت، معیشت، عزت و احترام، اور مذہبی آزادی جیسے بنیادی حقوق کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ ان کی ضمانت بھی دی۔ اسلام میں انسانی حقوق کی بنیاد عقیدۂ توحید، کرامتِ انسان اور عدلِ الٰہی پر قائم ہے۔ ان حقوق کا سرچشمہ قرآن و سنت ہیں، جو تمام انسانوں کے لیے بغیر کسی امتیاز کے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبۂ حجۃ الوداع اسلامی انسانی حقوق کا ایک جامع منشور ہے، جس میں جان، مال، عزت، عورتوں کے حقوق، غلاموں سے حسنِ سلوک اور معاشرتی عدل جیسے امور کو نمایاں کیا گیا۔ فقہ اسلامی اور مختلف مکاتبِ فکر نے ان اصولوں کو تفصیل سے واضح کیا اور ان پر مبنی قوانین تشکیل دیے۔ تاہم موجودہ دور میں مسلم معاشروں میں انسانی حقوق کی جو صورتحال ہے، وہ اسلامی تعلیمات کی کمی کی نہیں بلکہ ان کے فہم، شعور اور عملی نفاذ میں کوتاہی کا نتیجہ ہے۔ اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اگر اسلام کے عطا کردہ انسانی حقوق کے جامع اور متوازن نظام کو درست طور پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو دنیا میں ایک عادلانہ، پرامن اور باوقار معاشرہ تشکیل دیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا وقت کی اہم ضرورت ہے کہ اسلامی انسانی حقوق کو عصری تناظر میں مؤثر انداز سے پیش کیا جائے اور ان کے نفاذ کے لیے تعلیمی، سماجی اور قانونی سطح پر مربوط اقدامات کیے جائیں۔

مصادر و مراجع

1. ابن منظور، محمد بن مکرم افریقی، لسان العرب، دار صادر، بیروت، 1956
2. احمد بن حنبل، مسند احمد بن حنبل، دار الفکر، بیروت، 1995
3. بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، دار السلام، ریاض، 1998
4. ثناء اللہ غوری، انسانی حقوق، کراچی: مکتبہ فریدی، 1993
5. خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، ادارہ معارف اسلامی، لاہور، 2005
6. راغب اصفہانی، ابو القاسم حسین بن محمد، المفردات فی غرائب القرآن، دار القلم، دمشق–بیروت، 1992
7. زبیدی، محمد بن عبد الرزاق، تاج العروس من جواہر القاموس، دار الہدایہ، بیروت، 1980
8. سید ابو الاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست: ذمیوں کے حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1955
9. صلاح الدین، بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، 1978
10. عبد اللہ الراعی، موسوعۃ الحقوق الانسانیۃ، دار الفکر الاسلامی، دمشق، 2001

11. فخر الدین رازی، التفسیر الکبیر (مفاتیح الغیب)، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1981

12. فیروزدین، مولوی الحاج، فیروز اللغات، لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، 1965

13. مجیب اللہ ندوی، اسلامی بین الاقوامی اصول وتصورات، مرکز تحقیق، دیال سنگھ لائبریری، لاہور، 1990

14. محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، 1982

15. مختصر اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب، لاہور، 1997

16. نواب صدیق حسن خان، العلم الخفاق فی علم الاشتقاق، دار العلم، لبنان، 1890

17. وحید الزمان قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید، لاہور: دار الاشاعت، 1985